قرآن مجید کا تصوّر حکمت

سید جلال الدین عمری

قرآن مجید میں حکمت کو 'خیر کثیر' کہا گیا ہے (البقرہ: ۲۶۹) حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص قابل رشک ہے جسے حکمت کی دولت مل جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاحسد الا فی اثنتین	رشک کے قابل تو بس دو شخص ہیں۔
رجل اتاہ اللہ	ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت
مالاً فسلطہ علی	عطا کرے اور اسے اس دولت کو راہِ
ھلکتہ فی الحق	حق میں لٹانے پر لگا دے۔ دوسرا وہ
ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ	شخص جسے اللہ حکمت سے نوازے
فھو یقضی بہا	اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان
ویعلّمہا لہ	فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔

حکمت کا وسیع تصور

حکمت کا تصور بہت وسیع ہے۔ مجد الدین فیروزآبادی نے اس کے معنی عدل، علم، حلم (بردباری) نبوت، قرآن اور انجیل بیان کئے ہیں[۲] حکمت کے یہ وہ معانی ہیں

---

[۱] بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین باب فضل من یقوم بالقرآن۔ [۲] القاموس المحیط۔ مادہ حکم

جو قرآن مجید کے استعمالات سے معلوم ہوتے ہیں۔

حکمت علمی اور اس کے مختلف پہلو

حکمت علمی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی۔ اس کا تعلق فکر و نظر سے بھی ہے اور عملی اور واقعاتی دنیا سے بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو حکمت نظری اور حکمت عملی دونوں ہی سے نوازتا ہے۔ جو شخص ان نفوس قدسیہ سے جتنا قریب ہوتا ہے اس حکمت سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ اہل علم نے اس کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں اس کا ایک ترتیب سے جائزہ لینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

علم حکمت ہے

حکمت علم اور سوجھ بوجھ کا نام ہے۔ عربی کے قدیم لغت نویس جوہری کہتے ہیں۔

الحُکمُ الحکمۃ من	حکم، حکمت ہے، اس کا تعلق علم
العلم، الحکیم العالم	سے ہے۔ حکیم، عالم اور صاحب حکمت
وصاحب الحکمۃ [۱]	کو کہا جاتا ہے۔

ازہری 'حکم' کے معنی بیان کرتے ہیں۔ 'القضاء بالعدل' [۲] یعنی انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا لیکن دور حاضر کے مشہور مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ فرماتے ہیں 'حکم' اور حکمت میں فرق ہے۔ 'حکم' کے اندر مطلقاً قضا اور فیصلہ کا تصور ہے۔ یہ فیصلۂ حق بھی ہوسکتا ہے اور فیصلۂ باطل بھی۔ اس کا اطلاق اس فہم پر بھی ہوتا ہے جس سے آدمی فیصلہ کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن 'حکمت' اس قوت کا نام ہے جس سے آدمی حق ہی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں۔ فہم صحیح کے مطابق فیصلہ کرنا حکم (صحیح) ہے۔ یہی چیز طبیعت میں راسخ ہو جائے اور آدمی کا ملکہ بن جائے تو اسے حکمت کہا جاتا ہے [۳]

۱؎ صحاح جوہری ۲/۲۷۶ ۲؎ لسان العرب۔ مادہ حکم

۳؎ ملاحظہ ہو۔ فراہی۔ مفردات القرآن ص ۳۴، ۳۷

اخلاقی تعلیمات حکمت ہیں

حکمت کا تعلق اخلاقی تعلیمات سے بھی ہے۔ مشہور لغوی ابن درید کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الحکمۃ ضالۃ المومن [1]	حکمت مومن کی متاع گم گشتہ ہے۔

پھر اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کل کلمۃ وعظتك او زجرتك او دعتك الی مكرمۃ او نهتك عن قبیح فهی حكمۃ او حكم	ہر وہ کلمہ جو تمہیں کسی اچھے کام کی نصیحت کرے یا برے کام سے روکے کسی اعلیٰ اخلاق کی دعوت دے یا کسی بد اخلاقی سے روکے اسے حکمت یا حکم کہا جاتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان من الشعر لحکما وان من البیان لسحرا	بے شک بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں

یہاں بھی حکمت کا یہی مفہوم ہے [2]

---

[1] یہ حدیث ترمذی کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادہ اور ابن ماجہ (ابواب الزہد، باب الحکمۃ) میں آئی ہے۔ ترمذی کے الفاظ ہیں۔ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها اس کے ایک راوی ابراہیم بن الفضل المخزومی کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

[2] جمہرۃ اللغۃ ۲/۱۸۶ یہ روایت ابوداؤد میں اس طرح آئی ہے۔ ان من البیان لسحرا وان من الشعر حکما (کتاب الادب، باب ما جاء فی الشعر) مسند احمد کے الفاظ ہیں ان من الشعر حکما وان من البیان سحرا (۱/۲۶۹) بخاری میں یہ دونوں فقرے دو مختلف روایتوں میں آئے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولانا فراہی اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر شعر میں ضلالت اور گمراہی نہیں ہوتی بلکہ ان میں حق باتیں بھی کہی جاتی ہیں جو انسان کو خیر اور بھلائی پر ابھارتی ہیں[1]

حکم' کے اندر منع کرنے کا بھی مفہوم ہے۔ اس پہلو سے علامہ ابن اثیر نے حدیث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ شعر میں نفع بخش اور سودمند باتیں بھی ہوتی ہیں، جو آدمی کو جہالت اور نادانی سے روکتی اور باز رکھتی ہیں[2]

قرآن مجید نے بھی اصول دین اور اعلیٰ اخلاقیات کو حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں اللہ واحد کی عبادت کرنے، ماں باپ، رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق پہچاننے، اسراف و تبذیر اور بخل و کنجوسی دونوں سے بچنے اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ غربت و افلاس کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے، زنا اور بدکاری سے دور رہنے، ناحق کسی بے گناہ کی جان لینے، یتیم کا مال کھانے، ناپ تول میں کمی بیشی کرنے، بغیر علم کے بولنے اور تکبر و پندار سے بچنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

ذَالِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ	یہ ان حکمت کی باتوں میں سے ہے جس کی وحی تم پر کی گئی ہے۔

یہاں توحید اور بعض اخلاقی تعلیمات کو حکمت اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی صحت

میں ایک روایت ہے إنّ من الشعر حكمة (کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر) دوسری روایت ہے۔ ان من البیان لسحرا (کتاب النکاح، باب الخطبۃ، کتاب الطب، باب من البیان لسحر) یہ سب روایتیں صحیح ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ شعر و ادب اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی، اس کی تاثیر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو اچھا ہے وہ قابل تعریف ہے، جو برا ہے وہ قابل مذمت۔ اس سے شعر و ادب کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس میں ایک طرح سے ان کے صحیح استعمال کی ترغیب بھی ہے۔

[1] فراہی: مفردات القرآن ص ۳۵ [2] ابن اثیر: النہایہ فی غریب الحدیث ۱/۴۲۶

اور معقولیت کو کوئی ہوش مند چیلنج نہیں کر سکتا، وہ اگر جانی پہچانی معلوم ہوتی ہیں تو اس لئے نہیں کہ وہ سطحی اور بے وزن ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی ابدی صداقتیں ہیں کہ انسان کی عقل و فطرت ان سے ہم آہنگ ہے اور اس کے طویل ترین تجربات ان کی صحت کی گواہی دے رہے ہیں۔

صحیح اور غلط میں فرق کرنا حکمت ہے

حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی حق و باطل کی کشمکش میں حق کو پالے، خوب و ناخوب اور درست و نادرست کے درمیان فرق و امتیاز کرے، جھوٹ اور سچ اور غلط اور صحیح سے بھری ہوئی اس دنیا میں جان جائے کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا؟ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ــــ؟ اور یہاں کے نہ ختم ہونے والے فکری، علمی، مذہبی، سیاسی، قومی، گروہی ہر طرح کے اختلافات میں راہ صواب پالے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے حکمت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

الحکمۃ ھی الفصل بین الحق والباطل [1]	حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کا نام حکمت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ (الزخرف:۶۳)	میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لئے کہ بعض وہ باتیں تمہیں کھول کر بتاؤں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔

خدا کی عطا کردہ حکمت کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ اتنے اونچے مقام پر فائز

---

[1] تفسیر کبیر ۱/۵۱۰

تھے کہ بنی اسرائیل کے مذہبی اور گروہی نزاعات کو ختم کرکے انھیں خدا کے دین کی طرف بلائیں اور گم راہیوں کے جنگل سے نکال کر انھیں صراط مستقیم دکھائیں۔

یہی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کے درمیان انجام دیا۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ	ہم نے یہ کتاب تو تم پر اس لئے اتاری
الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ	ہے تاکہ جن معاملات میں وہ اختلاف
لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا	کر رہے ہیں ان کی حقیقت ان پر کھول
فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً	دو۔ یہ ہدایت اور رحمت ہے ان
لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النحل: ۶۴)	لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس کام کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو جو حکمت ملی تھی وہی حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملی تھی۔ لیکن آپ کے سلسلہ میں حکمت کی جگہ کتاب کا ذکر کیا گیا ہے جو حکمت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دی گئی جو سراسر حکمت سے بھری ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے حضرت عیسیٰؑ نے صراحتاً یہ کہنے کی جگہ کہ میں خدا کی طرف سے انجیل لایا ہوں حکمت کا لفظ استعمال کرکے اس کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہو۔

روح دین کو پانا حکمت ہے

اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اپنی کتاب ہی نہیں دیتا بلکہ اس کی حکمت بھی عطا کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ	اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت
وَالْحِكْمَةَ۔ (النساء: ۱۱۳)	نازل کی ہے۔

اس حکمت کی وجہ سے اللہ کی کتاب کی روح اور معنویت ان پر پوری طرح کھل جاتی ہے، اس کے لطیف ترین معانی، اس کی انتہائی باریکیاں اور اس کی گرفت میں نہ آنے والی نزاکتیں اس طرح ان کے سامنے ہوتی ہیں کہ کوئی دوسری صحت مند اور دور بیں سے دور بیں آنکھ بھی اس سے آگے نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لئے وہ اللہ کی کتاب کے سب سے بڑے ترجمان ہوتے ہیں اور ان ہی کی ترجمانی سب سے زیادہ معتبر اور مستند مانی جاتی

ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہوتا کہ ان کی تعبیر و تشریح سے اختلاف کرے۔

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ	رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَا	چیز سے وہ تمہیں روک دے اس
نْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ	سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔
اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر)	بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

کتاب و حکمت کے اس تعلق کو بعض لوگوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

يعلمهم الكتاب والحكمة	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کتاب
اى يعلمهم ما فيه من	اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، مطلب
الاحكام والحكمة ارادبها	یہ کہ آپ ان کو ان احکام کی تعلیم دیتے
انه يعلمهم حكمة تلك	ہیں جو اس کتاب میں ہیں اور حکمت سے
الشرائع وما فيها	مراد یہ ہے کہ آپ ان کو ان احکام کی
وجوه المصالح والمنافع[1]	حکمت اور اس میں مصلحتوں اور فائدوں
	کے جو پہلو ہیں ان کی تعلیم دیتے ہیں۔

علامہ سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں:۔

اما الحكمة فهى فى كل	حکمت یہ ہے کہ ہر چیز کے اسرار
شئى معرفة سره وفائدته	اور فائدے معلوم کئے جائیں اس
والمراد بها اسرار الاحكام	سے یہاں احکام دین اور شریعت
الدينية والشرائع ومقاصدها[2]	کے اسرار اور مقاصد مراد ہیں۔

تفقہ فی الدین حکمت ہے

اسی پہلو سے حکمت کو 'فقہ' بھی کہا گیا ہے۔ ابن وہب نے امام مالکؒ سے پوچھا

---

[1] تفسیر کبیر ۱/ ۵۱۰ [2] تفسیر المنار ۱/ ۴۷۲

ما الحکمۃ؟ حکمت کیا ہے؟ ۔انھوں نے جواب دیا:

المعرفۃ فی الدین والفقہ   دین کی معرفت، دین کی سمجھ اور
فی الدین والاتباع لہ [1]   اس کا اتباع ۔

احکام شریعت کے علم کو عام طور پر فقہ کہا جاتا ہے اور فقیہ اس شخص کو سمجھا جاتا ہے جو کتب فقہ کی جزئیات اور ان کے دلائل سے واقف ہو۔ حالانکہ فقہ کا تعلق پورے دین سے ہے۔ یہ درحقیقت نام ہے اس بات کا کہ آدمی دین کی معنویت اور اس کی روح کو سمجھے، وہ ان مقاصد کو جانے جن کے لئے خدا کا دین نازل ہوا ہے۔ اس کی نظر اس کے الفاظ کی سیر کرتی ہوئی نہ گزر جائے بلکہ وہ اس کی باریکیوں میں اتر جائے، وہ اس کے احکام ہی کو نہیں اس کے اسباب وعلل کو بھی سمجھے، وہ اس کی تعلیمات میں ڈوب کر معانی کے گہر ڈھونڈ نکالے۔ قرآن وحدیث میں اسی فقہ کی تعریف کی گئی ہے۔ حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من یرد اللہ بہ خیرا   اللہ تعالیٰ جس شخص کو خیر سے نوازنا
یفقھہ فی الدین [2]   چاہتا ہے، اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔

یہاں 'خیر' عربی قواعد کے لحاظ سے نکرہ ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا ہر طرح کا خیر آجاتا ہے۔ اس میں عظمت کا بھی تصور ہے۔ اس جگہ یہ 'خیر عظیم' ہی کے معنی میں ہے۔ قرآن میں حکمت کو 'خیر کثیر' کہا گیا ہے اور حدیث گویا فقہ کو 'خیر عظیم' کہتی ہے۔ یہ دو الگ الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ حکمت اور فقہ دونوں ہم معنی اور ایک ہیں۔

مشہور تابعی حضرت مجاہدؒ نے اسے 'فہم قرآن' کہا ہے [3] ابن زید اسے 'العقل فی الدین' (دین کی سوجھ بوجھ) کہتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر ابن جریر ۱۵/۱۴ [2] بخاری کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا الخ مسلم، کتاب الزکاۃ [3] معالم التنزیل لبغوی ۱/۱۹۵ علی ہامش الخازن

الحکمة شيءٌ يجعله الله في القلب ينوّر له به[1]	حکمت ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ دل کے اندر رکھ دیتا ہے۔ اس کے ذریعہ وہ دل کو روشن کرتا ہے۔

یہی تعریف امام مالکؒ نے علم کی کی ہے فرماتے ہیں :۔

ليس العلم بكثرة الرواية انما هو نور يضعه الله في القلب[2]	علم یہ نہیں ہے کہ کثرت سے حدیث کی روایت کی جائے وہ تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔

علم اور حکمت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نورِ علم دراصل نورِ حکمت ہے۔

قرآن مجید حکمت ہے

قرآن مجید حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اسی لئے اسے قرآن حکیم کہا گیا ہے۔

وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ (یٰس:۲) قسم ہے قرآن حکیم کی۔

کہیں اسے کتاب حکیم کہا گیا ہے۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (لقمان:۲) یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں۔

اس لئے کہ یہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو علیم و حکیم ہے۔ سورہ جاثیہ اور احقاف کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ	یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن جریر ۱/۵۱۴

[2] اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ۔ تذکرہ امام مالکؒ

ایک دوسری جگہ فرمایا :۔

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ	بے شک آپ یہ قرآن ایک بڑے
لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝	حکمت اور علم والے کی طرف سے
(النمل : ۶)	پا رہے ہیں۔

قرآن نے جو عقائد و احکام دیئے ہیں، جن اخلاقیات کی تعلیم دی ہے اور جو قصص اور واقعات بیان کئے ہیں اس نے ان کی بہت سی حکمتیں صراحت کے ساتھ بیان بھی کر دی ہیں اور بہت سی حکمتیں بین السطور رکھ دی ہیں جنھیں غور و فکر سے انسان معلوم کر سکتا ہے۔

حکمت اور سنت

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے لئے دعا فرمائی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	اے ہمارے رب ان کے اندر خود
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث
اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	فرما، جو انھیں تیری آیات سنائے انھیں
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ	کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ	کا تزکیہ کرے بے شک تو زبردست
(البقرہ : ۱۲۹)	اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور ان ہی خصوصیات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اسے سورہ آل عمران (۱۶۴) اور سورہ جمعہ (۲) میں اللہ کے ایک احسان کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

ان سب مقامات پر تلاوت کتاب اور تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت حسن بصری، قتادہ، مقاتل بن حبان اور ابو مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد سنت ہے[1] امام شافعیؒ کی بھی رائے ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ کتاب

---

[1] ابن کثیر ۱/۱۸۴

کے ساتھ حکمت کی بھی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ یہ دو الگ چیزیں ہیں۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم دیتے تھے اسی کو سنت کہا جاتا ہے[۱]

بعض لوگوں نے یہی بات ایک دوسرے انداز میں کہی ہے۔ وہ یہ کہ جو احکام کہ ہم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ جان سکتے ہیں ان کا علم اور معرفت حکمت ہے۔[۲]

علامہ حمید الدین فراہیؒ کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک قرآن ہی کو کتاب اور حکمت دو مختلف پہلوؤں سے کہا گیا ہے۔ کتاب سے 'احکام مکتوبہ' مراد ہیں چونکہ اس میں شریعت کی معنویت اور حکمت بھی پائی جاتی ہے اس پہلو سے وہ حکمت ہے۔ اس بات کی دلیل کہ حکمت سے مراد سنت نہیں ہے یہ آیات بھی ہیں:-

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (النساء: ۱۱۳)	اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی۔
وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب: ۳۴)	یاد کرو جو تلاوت کی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت۔

یہاں 'انزل' (نازل کیا گیا) اور 'یتلی' (تلاوت کی جاتی ہے) کے الفاظ بتاتے ہیں کہ حکمت سے سنت مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ سنت نازل نہیں ہوتی اور اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ قرآن مجید نے کہیں یہ الفاظ سنت کے لئے استعمال نہیں کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں فرمایا:-

---

[۱] تفسیر کبیر ۱/۵۱۰ [۲] خازن ۱/۹۵ میں اس رائے کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ الحکمة هی العلم باحکام الله التی لا یدرك علمها الا ببیان الرسول صلی الله علیه وسلم والمعرفة بها منه

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ	اور یاد کرو جب کہ میں نے تمہیں
وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ	کتاب وحکمت اور تورات وانجیل
وَالْاِنْجِيْلَ (المائدہ: ۱۱۰)	کی تعلیم دی۔

اس میں گویا کتاب وحکمت کی تشریح توریت اور انجیل سے کی گئی ہے۔ توریت کو کتاب اس لئے کہا گیا کہ اس کا بڑا حصہ قوانین پر مشتمل ہے۔ انجیل کو حکمت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دلائل اور مواعظ کی کثرت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے جہاں کتاب وحکمت کے الفاظ ایک ساتھ استعمال کئے ہیں وہاں احکام اور حکمت شریعت مراد ہے۔

مولانا فراہیؒ فرماتے ہیں بلاشبہ حدیث میں بھی حکمت موجود ہے۔ وہ قرآن کی حکمتوں کو کھولتی بھی ہے۔ جن لوگوں نے حکمت کو سنت سے تعبیر کیا ہے غالباً ان کے سامنے اس کا یہی پہلو رہا ہے۔ لیکن سنت میں صرف یہ حکمت ہی نہیں ہوتی وہ احکام شریعت بھی بیان کرتی ہے اس لئے اسے حکمت نہیں کہا جا سکتا۔[1]

اس نکتہ پر مولانا فراہی کے دلائل سے پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا ہے۔ اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:۔

'انزال' اور 'تلاوت' کا تعلق اصلاً کتاب سے ہے۔ حکمت اسی کے ذیل میں آتی ہے۔ حکمت سے چاہے خاص قرآنی حکمت مراد لی جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس معنی میں اس کا انزال نہیں ہوتا جس معنی میں قرآن کا انزال ہوتا ہے۔ اسی طرح ان میں سے کسی کی بھی تلاوت نہیں کی جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن کو جو عقائد، اخلاق اور احکام وقوانین کا مجموعہ ہے، ہم حکمت کہتے ہیں اسی طرح حدیث کو بھی حکمت کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث گو زندگی کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتی ہے لیکن اس کے ہر حکم اور ہر بات میں حکمت پائی جاتی ہے۔ اس پر ایک اور پہلو سے بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے

---

[1] مفردات مولانا فراہیؒ ص ۳۵، ۳۶

لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جو علوم رسالت دیئے ان کا ایک حصہ براہ راست وحی سے تعلق رکھتا ہے اور ایک حصہ آپ کے اجتہاد سے ہے۔ آپ کا یہ اجتہاد صرف نصوص ہی سے نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت کے جو مقاصد اور اس کی جو حکمتیں بتائی تھیں ان کی روشنی میں بھی آپ نے اجتہاد فرمایا اور احکام دیئے۔ دوسروں کے اجتہاد سے آپ کا اجتہاد اس پہلو سے مختلف ہے کہ آپ کا اجتہاد ہر ایک کے لئے واجب العمل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی اجتہادی غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح فرمادیتا تھا[1]

اس لحاظ سے سنت قرآن سے جدا کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ دراصل قرآن کے اجمال کی تفصیل اور اس کے اشارات کی توضیح ہے۔ اس لئے یہ کہنا شائد غلط نہ ہو کہ قرآنی حکمت ہی کا دوسرا نام سنت ہے۔

حکمت عملی اور اس کے مختلف پہلو

حکمت کا لفظ بولا جاتا ہے تو بالعموم خالص فکر اور دانش کا تصور ابھرتا ہے۔ اسی شخص کو حکیم سمجھا جاتا ہے جو ذہن رسا اور فکر بلند رکھتا ہو، جس کے اندر گہری سوجھ بوجھ ہو، جو کسی بھی مسئلہ میں دور تک دیکھے اور معاملات کا بہت ہی باریک بینی سے تجزیہ کرے، حالانکہ حکمت کا تعلق علم ہی سے نہیں عمل سے بھی ہے۔ حکیم اور دانشمند وہی شخص ہے جس کے اندر صحیح فہم ہی نہ ہو بلکہ وہ اس کے مطابق عمل بھی کرے۔

قتیبہ (بن سعید) حکمت کے بارے میں کہتے ہیں:۔

هي العلم والعمل ولايكون الرجل حكيما حتى يجمعهما[2]	یہ علم اور عمل کا نام ہے۔ آدمی اس وقت تک حکیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے اندر یہ دونوں باتیں جمع نہ ہوجائیں۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۲۸ [2] بغوی: معالم التنزیل علی ہامش الخازن ۱/۹۵

یہی بات امام رازی نے اس طرح کہی ہے کہ حکیم وہ ہے جس کے قول و عمل دونوں میں حکمت پائی جائے ورنہ وہ حکیم نہیں کہلائے گا۔ فرماتے ہیں:۔

الحکمۃ ھی الاصابۃ	قول و عمل دونوں میں راہ صواب پانے
فی القول والعمل ولا یسمی	کا نام حکمت ہے۔ اسی شخص کو حکیم
حکیما الا من اجتمع	کہا جائے گا جس کے اندر یہ دونوں
لہ امران[1]	باتیں پائی جائیں۔

۱۔ حکمت کا مادہ 'حکم' ہے۔ ذیل میں اس کے بعض اشتقاقات اور ان کے معانی کی تھوڑی سی تفصیل دی جا رہی ہے۔ اس سے اس کے علمی پہلوؤں کی کسی قدر وضاحت ہوتی ہے۔

یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ 'حکم' معاملات کے فیصلہ کو کہا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے: "الحکم القضاء" حَکَم اور حکیم اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں اس کی ایک توجیہ علامہ ابن اثیر نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ھما بمعنی الحاکم	یہ دونوں اسماء حاکم کے معنی میں ہیں
وھو القاضی[2]	یعنی فیصلہ کرنے والا۔

۲۔ اس کے اندر اتقان اور مضبوطی کا تصور بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم اس پہلو سے بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا ہر عمل بامعنی، ٹھوس اور پر از حکمت ہوتا ہے۔ علامہ ابن اثیر کہتے ہیں:۔

ھو الذی یحکم الاشیاء ویتقنھا[3]	وہ جو چیزوں کو محکم اور مضبوط بناتا ہے

امام راغب نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ حکمت کی تشریح اس طرح کی ہے:۔

الحکمۃ من اللہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ کی حکمت کے معنی ہیں اس
معرفۃ الاشیاء و	کی اشیاء کی معرفت اور انتہائی استحکام
ایجادھا علی غایۃ الاحکام[4]	اور مضبوطی کے ساتھ اس کا انھیں پیدا کرنا

---

[1] تفسیر کبیر ۱/ ۵۱۰ [2] النہایہ فی غریب الحدیث ۱/ ۲۴۷ [3] حوالہ سابق [4] راغب: مفردات القرآن

انسانوں میں بھی حکیم اسی شخص کو کہا جائے گا جس کے کاموں میں پختگی اور استحکام ہو۔ "احکم الامر" (معاملہ کو محکم کیا) کے معنی ہیں اتقنہ (اسے مضبوط کیا) جو شخص حکیم اور دانا ہو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے "قد احکمتہ التجارب" (تجربات نے اسے مضبوط کر دیا) حکیم کی تعریف یہ کی گئی ہے "المتقن للامور" (وہ جو اپنے امور و معاملات کو مضبوط کرے) [1]

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں:

یقال لمن یحسن دقائق	جو شخص نازک قسم کی صنعتوں کو عمدہ
الصناعات ویتقنہا	اور مضبوط طریقہ سے انجام دے
حکیم [2]	اسے حکیم کہا جاتا ہے۔

۳۔ اسی مادہ سے "احکام" کا لفظ ہے۔ کسی چیز کے "احکام" کے معنی یہ ہیں کہ اسے خراب ہونے اور بگڑنے سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی سے اس میں استحکام پیدا ہوتا ہے قاموس میں ہے۔ احکمہ اتقنہ فاستحکم ومنعہ عن الفساد [3]

انسان کی سیرت و کردار میں استحکام اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ غلط کاموں سے بچے۔

استحکم الرجل	"استحکم الرجل" (آدمی میں استحکام آیا)
اذا تناہی عما	اسی وقت کہا جائیگا جب کہ وہ ان چیزوں
یضرہ فی دینہ	سے بچے جو اس کے دین اور دنیا
او دنیاہ [4]	کے لئے نقصان دہ ہیں۔

۴۔ اس میں روکنے اور منع کرنے کا بھی مفہوم ہے [5] حاکم کو اسی لئے حاکم

---

[1] لسان العرب [2] النہایہ فی غریب الحدیث ۱/۳۰۶ [3] فیروزآبادی: القاموس المحیط [4] ابن منظور: لسان العرب [5] والعرب تقول حکمت واحکمت وحکّمت بمعنی رددت ومنعت لسان العرب

کہا جاتا ہے کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکتا ہے۔ اصمعی کہتے ہیں حکومت کی بنیاد ہی ظلم کو روکنا ہے۔[۱]

۵۔ مولانا فراہی فرماتے ہیں حکمت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی میں اخلاق، ادب اور تہذیب پائی جائے۔ اہل عرب ایک ایسی قوت کو حکمت کہتے تھے جس میں عقل اور رائے کی پختگی کے ساتھ اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اخلاق بھی ہوں۔ چنانچہ جو شخص عاقل ہو اور مہذب بھی اسے وہ حکیم کہتے تھے۔[۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکیم اس شخص کو کہا جائے گا جو صحیح فکر کے ساتھ عملی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، جو حق و انصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے، جس کا دامن ظلم و زیادتی سے پاک ہو، جس کے اعمال میں سطحیت نہ پائی جائے، جو ہر کام میں پختگی اور استحکام کو سامنے رکھے، جو غلط کاریوں سے بچا رہے اور جس کی سیرت و کردار اور اخلاق میں بلندی پائی جائے۔ غالباً ان ہی سب پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بعض فلاسفہ نے حکمت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

الحکمۃ انہا التشبہ بالالٰہ بقدر الطاقۃ البشریۃ[۳]	حد بشریت کے اندر اللہ تعالیٰ (کی صفات اپنے اندر پیدا کرنا اور اس) سے تشبہ اختیار کرنا۔

خدا کے پیغمبروں کو حکمت عملی بھی ملتی ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پیغمبروں کو حکمت نظری کے ساتھ حکمت عملی بھی عطا ہوتی ہے۔ ان کی تعلیمات ہی میں نہیں ان کی دعوت و تبلیغ ان کی سعی اصلاح و تربیت، ان کی تہذیب و سیاست غرض یہ کہ ہر عمل میں حکمت پائی جاتی ہے۔ وہ کسی بھی معاملہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتے جسے غیر حکیمانہ کہا جا سکے۔

---

[۱] لسان العرب [۲] فراہی: مفردات القرآن ص۳۲ [۳] رازی: تفسیر کبیر ۱/۵۱

خدا کے پیغمبر اس دنیا میں اس کے دین کے سب سے بڑے داعی ہوتے ہیں۔ پیغمبروں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کی بھی ہدایت کی گئی کہ اس مہم کو آپ حکمت کے ساتھ طے کریں۔ ارشاد ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ	اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت
بِالْحِکْمَۃِ (النحل: ۱۲۵)	کے ساتھ دعوت دو۔

دعوت دین خالص علمی وفکری کام بھی ہے اور سراسر عملی پروگرام بھی۔ اس میں قدم قدم پر داعی کی سوجھ بوجھ اور بصیرت کا امتحان ہوتا رہتا ہے اس کے لیے اُس باطل کو بھی اسے سمجھنا پڑتا ہے جس کی ہر طرف حکم رانی ہے اور جس کے بیچ منجدھار میں وہ دعوت کا فرض انجام دیتا ہے۔ اور اُس دین کا گہرا اور وسیع مطالعہ بھی ضروری ہوتا ہے جس کا وہ علمبردار ہے اور جس کا ترجمان بن کر وہ مخالفین کے درمیان کھڑا ہے۔ داعی اگر باطل سے سرے سے واقف ہی نہ ہو یا ادھوری واقفیت رکھتا ہو یا پوری واقفیت کے باوجود اسلام کی طرف سے اس کا جواب نہ دے سکے تو دعوت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اسی پہلو کو زمخشری اور بیضاوی نے اوپر کی آیت کے ذیل میں اس طرح بیان کیا ہے۔

.... بالحکمۃ بالمقالۃ	دعوت دو حکمت سے یعنی ایسے بیان
المحکمۃ الصحیحۃ وھی	سے جو محکم اور صحیح ہو اس سے ایسی
الدلیل الموضح للحق المزیل	دلیل مراد ہے جو حق کو واضح اور (مخالف
للشبھۃ۔[1]	کے) شک و شبہ کو دور کر دے۔

دعوت ایک پیچیدہ اور دشوار عمل بھی ہے۔ اس میں باطل کے ہر وار کو جو کبھی دعوت کو ختم کر سکتا ہے اور ہر پُر فریب چال کو جو بعض اوقات دام ہمرنگ زمیں کی طرح ہوتی ہے، جس میں بڑے بڑے دانشمند آسانی سے پھنس جاتے ہیں، سمجھنا پڑتا ہے۔ سمجھنا ہی نہیں اس کی کاٹ بھی کرنی پڑتی ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ داعی کے اندر غیر معمولی فراست

---

[1] زمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل تفسیر آیت مذکور

اور حکمت پائی جائے اور وہ باطل کی ہر تدبیر اور ہر سازش سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء: ۱۱۳)	اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو یہ فیصلہ کر ہی لیا تھا کہ وہ تمہیں راہ راست سے ہٹا دیں گے، وہ اپنے آپ ہی کو سیدھے راستے سے ہٹا رہے ہیں۔ وہ تمہیں بالکل نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور تمہیں وہ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف تو یہ حکم دیا گیا کہ جو لوگ اللہ کے دین سے ناواقف اور اس کے منکر ہیں انھیں حکمت کے ساتھ اس کی دعوت دیں۔ دوسری طرف آپ پر یہ ذمہ داری بھی ڈالی گئی کہ اپنے ماننے والوں کو حکمت کی تعلیم دیں اور اس سے آراستہ کریں تاکہ وہ عظیم مقصد جس کے لئے آپ کی بعثت ہوئی ہے اور جسے آپ بے نظیر حکمت کے ساتھ پورا کر رہے ہیں آپ کے بعد بھی پوری حکمت و بصیرت کے ساتھ انجام پاتا رہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: ۱۶۴)	درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

خدا کے پیغمبروں کو دعوت و تربیت ہی کے لیے نہیں بلکہ زندگی کے سب ہی معاملات میں حکمت عطا ہوتی ہے۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں قرآن نے کہا۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص: ۲۰)	ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی، اور اسے حکمت اور فصل خطاب عطا کیا۔

سلطنت میں مضبوطی حکمت اور تدبر ہی سے آتی ہے۔ حکمت نہ ہو تو ملک، ملک بے سیاست بن کر رہ جاتا ہے۔ اسے ڈوبنے سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ 'فصل خطاب' کے معنی ہیں فیصلہ کن بات یعنی جب کسی مسئلہ پر بولتے تو اس طرح بولتے کہ حق و باطل بالکل واضح ہو جاتا، کسی جھگڑے اور مقدمہ کا فیصلہ کرتے تو بغیر کسی رو رعایت کے کرتے اور انصاف کا حق ادا کر دیتے۔ مولانا حمید الدین فراہی نے 'فصل خطاب' کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

القول الحق الواضح عند العقل والقلب	حق بات جو عقل اور قلب دونوں کے نزدیک واضح ہو۔

مزید فرماتے ہیں 'فصل خطاب' حکمت کا نتیجہ ہے۔ حکمت ہی وہ مصدر و منبع ہے جس سے اس کا ظہور ہوتا ہے[1]

ایک دوسری جگہ حضرت داؤدؑ کے بارے میں فرمایا: ۔

وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (البقرہ ۲۵۱)	اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن چیزوں کا چاہا علم دیا

گویا سلطنت کے ساتھ حضرت داؤدؑ کو وہ علم و حکمت بھی عطا کیا گیا تھا جو اس کے چلانے کے لیے ضروری تھا۔ یہ نعمت حضرت داؤدؑ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے خانوادہ میں اور پیغمبروں کو بھی ملی تھی۔

---

[1] فراہی: مفردات القرآن صـ۳۲

فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا (النساء: ۵۴)

ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انھیں ملک عظیم بخشا۔

جب کتاب و حکمت کے ساتھ سلطنت بھی جمع ہو جاتی ہے تو زمین پر خدا کی حکومت قائم ہوتی ہے اور آسمان سے برکتیں نازل ہونے لگتی ہیں۔ ظلم و ستم کی ماری ہوئی اس دنیا کو ہمیشہ اس کی ضرورت رہی ہے۔ اس کے بغیر ماضی میں بھی وہ راحت اور سکون سے محروم تھی آج بھی محروم ہے۔